ڈاکٹر رؤف پاریکھ، اسلام آباد

تاریخی لسانیات، زبانوں کے خاندان اور اُردو

ایک دل چسپ وضاحت تاریخی لسانیات کے سلسلے میں پی ایچ میتھیوز (P.H.Matthews) نے اپنی کتاب میں دی ہے۔اوراس کا مقصد غالباً تاریخی لسانیات اور اس کے ایک اہم جزو یعنی زبانوں کے خاندان کے تصور کو موثر طور پر اور آسانی سے بیان کرنا ہے۔

لکھتے ہیں کہ ایک بار میں نے ایک کتاب پڑھی جس میں ایک صاحب کے بارے میں کہا گیا تھا کہ وہ اس بات پر بہت حیران تھے کہ تاریخ میں ایک وقت ایسا بھی آیا جب اٹلی کے باشندوں نے لاطینی زبان (Latin) جسے وہ صدیوں سے خوشی خوشی استعمال کر رہے تھے استعمال کرنی یک لخت بند کردی اور اس کی بجائے اطالوی یعنی اٹالین (Italian) بولنا شروع کردی۔ یہ ان صاحب کے نزدیک ایک راز تھا[۱]۔

میتھیوز کے مطابق ہمارے لیے یہ کوئی راز نہیں ہے۔ کیونکہ ہم جانتے ہیں کہ زبان ہر وقت بدلتی رہتی ہے اور مثلاً قدیم انگریزی یا اولڈ انگلش (Old English) دھیرے دھیرے ارتقا پا کر اور مختلف تاریخی مراحل سے گزر کر جدید انگریزی(modern English) میں تبدیل ہوئی ہے۔ اسی طرح موجودہ اطالوی زبان جو پچھلے تقریباً ایک ہزار سال سے لکھی جارہی ہے نسل در نسل آہستہ آہستہ تبدیلیوں سے گزرتی ہوئی اُس زبان سے ارتقا پا کر بنی ہے جو لاطینی کہلاتی تھی اور جو کوئی دو ہزار سے ڈھائی ہزار سال قبل بولی جاتی تھی[۲]۔ البتہ یہ اچانک یا یک لخت نہیں ہوا تھا۔ تاریخ میں ایسا کوئی نقطہ یا خاص وقت نہیں آیا تھا جس کے بارے میں کہا جاسکے کہ یہاں سے اچانک لاطینی کی بجائے اطالوی بولی جانے لگی[۳]۔ یہاں پر ذہن بے اختیار اردو کی طرف جاتا ہے جس کے بارے میں بعض معصوم لوگ اب بھی یہ سمجھتے ہیں کہ اردو بھی اسی طرح اچانک مغلوں کی فوج میں مختلف زبانیں بولنے والے سپاہیوں کے ملنے سے بن گئی تھی اور اسی لیے اردو لشکری زبان ہے، حالانکہ اس نظریے کی تردید بہت پہلے کی جا چکی تھی[۴]۔ زبانیں اس طرح اچانک نہیں بنا کرتیں نہ اچانک تبدیل ہوتی ہیں۔ زبانوں کے بننے اور بدلنے میں صدیاں لگتی ہیں۔

اردو کی بحث کو موقوف کر کے لاطینی کی طرف واپس آتے ہیں۔ جب لاطینی تبدیل ہونا شروع ہوئی تو یہ مختلف شکلوں میں بٹ گئی۔ لاطینی یوں تو ایک چھوٹی سی ریاست کی زبان تھی جس کا مرکز روم (Rome) تھا لیکن رومی لوگ بڑے زبردست جنگجو تھے اور انھوں نے آج سے کوئی دو ہزار سال قبل ایک عظیم سلطنت بنائی تھی جس میں اٹلی کے علاوہ فرانس، ہسپانیہ (اسپین) اور پرتگال بھی شامل تھے[۵]۔ ان تمام علاقوں میں لاطینی زبان آہستہ آہستہ چھاتی گئی اور مقامی زبانوں کی جگہ لیتی گئی ۔ پانچ سو سال کے اندر ہی مختلف علاقوں کی لاطینی میں خاصا فرق آ گیا[۶]۔ اس دوران میں سلطنت زوال سے دوچار ہوگئی اور چونکہ لوگوں کے آپس کے روابط بھی بہت کم ہو گئے تھے اس لیے مختلف علاقوں میں بولی جانے والی لاطینی بھی اپنے اپنے طور پر تبدیل ہوتی گئی۔ اس طرح وہ زبان جو کبھی ایک اور یکساں تھی اگلے مزید پانچ سو برسوں میں (یعنی ایک ہزار سال کے بعد) مختلف علاقوں میں الگ الگ مقامی روپ اختیار کر گئی[۷]۔ جو علاقے ایک دوسرے سے زیادہ دور تھے ان کی زبان میں فرق بھی زیادہ ہوتا گیا[۸]۔ شمال وسطی اٹلی کے علاقے توسکانا (Tuscan) کی زبان اطالوی بن گئی، فرانس میں پیرس کے آس پاس کے علاقے کی زبان فرانسیسی بنی اور جنوبی ہسپانیہ (اسپین) کے علاقے قشتالہ یا کاسٹیل (Castile) کی زبان اسپینش یا ہسپانوی بن گئی[۹]۔

گویا لاطینی زبان ہی سے اطالوی، فرانسیسی اور ہسپانوی زبانیں نکلی ہیں بلکہ پرتگالی اور رومانیائی(Romanian) زبانیں بھی لاطینی سے نکلی ہیں۔ یعنی لاطینی ان زبانوں کی ''نانی لناں'' ہے، اسے جدِ امجد کہہ لیجیے۔ یوں سمجھ لیجیے کہ یہ سب ایک خاندان کی زبانیں ہیں۔ یہ ایسے ہی ہے جیسے علمِ حیوانیات میں کہا جاتا ہے کہ شیر، چیتے اور پالتو بلیاں ایک ہی خاندان سے تعلق رکھتے ہیں اور اس خاندان کو cat family کہتے ہیں[۱۰]۔ زبانوں میں اگرچہ اس طرح خاندان نہیں ہوتے جس طرح حیوانات یا انسانوں میں ہوتے ہیں لیکن زبانوں کے آپس کے رشتے کی وضاحت کے لیے ''خاندان'' یا فیملی (family) کا استعارہ استعمال ہوتا ہے۔

تاریخی اور تقابلی لسانیات

زبانوں کی تاریخ اور زبانوں کے خاندانوں کو سمجھنے کے لیے یہ یاد رکھنا ضروری ہے کہ ہر زبان وقت کے ساتھ ساتھ تبدیل ہوتی رہتی ہے اور ان تبدیلیوں کے نتیجے میں زبانیں یکسر تبدیل بھی ہوسکتی ہیں۔ کسی زبان میں ہونے والی ان تبدیلیوں کو سمجھنے کے لیے اس زبان کی تاریخ دیکھی جاتی ہے اور اس کا تقابل اور موازنہ دوسری زبانوں سے بھی کیا جاتا ہے۔ لسانیات کی جو شاخ زبانوں میں ہونے والی ان تاریخی تبدیلیوں کا مطالعہ کرتی ہے اسے تاریخی لسانیات کہا جاتا ہے۔

تاریخی لسانیات(historical linguistics) لسانیات کی وہ شاخ ہے جس کا سروکار یہ ہے کہ زبانیں کیسے تبدیل ہوتی ہیں، یہ تبدیلیاں کیوں ہوتی ہیں اور کس طرح کی ہوتی ہیں۔ اس کو ''تاریخی'' (historical) اس لیے کہا جاتا ہے کہ اس کا تعلق کسی خاص زبان کی تاریخ سے ہوتا ہے[۱۱]۔ زبانوں میں ہونے والی تبدیلیوں کے مطالعے کا ایک شعبہ تقابلی لسانیات (comparative linguistics) کہلاتا ہے کیونکہ زبانوں میں ہونے والی تبدیلیوں کے تاریخی مطالعے میں زبانوں کا تقابل بھی کیا جاتا ہے اور یہ دیکھا جاتا ہے کہ ایک ہی خاندان کی زبانوں میں کیا کیا مماثلتیں ہیں اور مختلف زبانوں کے ملتے جلتے الفاظ کا اشتقاق (etymology) اور ان کی اصل کیا ہے[۱۲]۔ اس طرح زبانوں کے کسی خاندان کی اولین یا قدیم ترین صورت یعنی 'پروٹو لینگویج' (proto-language) کی بازتخلیق یا تشکیلِ نو کی کوشش کی جاتی ہے[۱۳] (پروٹو لینگویج کا ذکر آگے آرہا ہے)۔

یہاں یہ وضاحت ضروری ہے کہ تاریخی لسانیات (historical linguistics) سے مراد لسانیات کی تاریخ (history of lingusitics) نہیں ہے، اگرچہ بعض اوقات عام قاری یا طالب علم اس غلط فہمی کا شکار ہوتے ہیں۔ یہ درست ہے کہ تاریخی لسانیات نے علم لسانیات کے ارتقا اور فروغ میں اہم کردار ادا کیا ہے اور انیسویں صدی میں لسانیاتی مطالعے زیادہ تر تاریخی لسانیات تک ہی محدود تھے لیکن تاریخی لسانیات کا دائرۂ کار لسانیات کی تاریخ نہیں ہے[۱۴]۔ یہ بھی درست ہے کہ تاریخی لسانیات کے گہرے اثرات لسانیات

سے بڑھ کر سماجی علوم(social sciences) تک بھی پہنچے اور تاریخی لسانیات کے پیش کیے ہوئے تقابلی طریقے (comparative method) کو انیسویں صدی کی اہم فکری کامیابیوں میں شمار کیا گیا مگر تاریخی لسانیات کا سروکار لسانیات کی تاریخ سے نہیں ہے [۱۵]۔

ایک اور موضوع جو بالعموم تاریخی لسانیات کے ذیل میں نہیں آتا انسانی زبان کے آغاز اور اصل سے متعلق ہے، یعنی یہ کہ انسان نے کیسے اور کب بولنا شروع کیا اور انسانی زبانیں کیسے وجود میں آئیں۔ اس موضوع پر متنوع نظریات پائے جاتے ہیں لیکن ان کے درست ہونے کے بارے میں یقین سے کچھ کہنا مشکل ہے [۱۶]۔ اگرچہ تاریخی لسانیات کے نظریات اور تحقیقات اس ضمن میں کام آسکتی ہیں کیونکہ انسانی زبانوں کے آغاز وارتقا سے متعلق زیادہ تر قیاس آرائیوں سے کام لیا جاتا رہا ہے۔ مگر پھر بھی یہ تاریخی لسانیات کا بنیادی کام نہیں ہے کہ وہ انسان کی زبان کے آغاز کا سراغ لگائے [۱۷] اور یہ معلوم کرے کہ انسان نے کب اور کیسے بولنا شروع کیا۔

ماضی میں یہ سمجھا جاتا تھا کہ تاریخی لسانیات کا کام صرف یہ معلوم کرنا ہے کہ زبانیں ''کیسے'' تبدیل ہوتی ہیں لیکن ۱۹۶۰ء کے بعد لسانیات کے میدان میں ہونے والی عظیم ترقی کے بعد اب یہ بھی معلوم کیا جاسکتا ہے کہ زبانیں ''کیوں'' تبدیل ہوتی ہیں لہٰذا اب ہم یہ کہتے ہیں کہ تاریخی لسانیات کا کام یہ ہے کہ وہ یہ معلوم کرے کہ زبانیں ''کیسے اور کیوں'' تبدیل ہوتی ہیں [۱۸]۔

ایک غلط فہمی یہ بھی کہ تاریخی لسانیات صرف الفاظ کے اشتقاق (etymology) یا ان کی اصل کا مطالعہ کرتی ہے حالانکہ تاریخی لسانیات کا بنیادی مقصد الفاظ کا اشتقاق معلوم کرنا نہیں ہے اگرچہ کسی لفظ کا ٹھیک ٹھیک اشتقاق تاریخی لسانیاتی تحقیق کے نتیجے میں معلوم ہوجاتا ہے [۱۹]۔

دراصل تاریخی لسانیات کا مقصد کسی زبان یا کسی لفظ میں ہونے والی تاریخی تبدیلیوں کا سراغ لگانا ہے اور چونکہ اس تلاش میں لفظوں کا اشتقاق اور ان کی عہد بہ عہد بدلتی ہوئی ظاہری صورت (یعنی املا اور تلفظ) اہم کردار ادا کرتے ہیں لہٰذا ان کا مطالعہ لامحالہ کرنا پڑتا ہے اگرچہ یہ تاریخی لسانیات کا اصل یا بنیادی مقصد نہیں ہوتا۔

پروٹو لینگویج یا قبل ترین زبان

پروٹو لینگویج (proto-language) کو اردو میں ''ماقبل زبان''[۲۰] اور ''قبل ترین زبان''[۲۱] کا نام بھی دیا گیا ہے۔ اسے بعض کتابوں میں مادر زبان (mother language) یعنی زبانوں کی ماں زبان بھی کہا گیا ہے (لیکن اس اصطلاح کو ایک دوسری اصطلاح یعنی مادری زبان یا mother tongue سے گڈمڈ کیے جانے کا خطرہ ہے لہٰذا ہم اسے قبل ترین زبان یا پروٹو لینگویج ہی کہیں گے)۔

کسی زبان کی قدیم ترین یا اولین صورت کو 'پروٹو لینگویج' (proto-language) کہتے ہیں۔ 'پروٹو' (proto) کے لفظی معنی ہیں اولین، ابتدائی، اصلی یا اوّل شے جس سے کوئی اور چیز نکلے یا بنائی جائے۔ اسی لیے پروٹو ٹائپ (prototype) کسی چیز کے اس نقشِ اول یا ابتدائی نمونے کو کہتے ہیں جسے بعد میں ارتقا دے کر اس چیز کو نئی صورت میں لایا جاتا ہے۔ پروٹو لینگویج یا قبل ترین زبان سے مراد ہے ایک ایسی قدیم ترین زبان جس سے مختلف زبانیں مختلف زمانوں میں نکلی ہوں۔ پروٹو لینگویج ان زبانوں کا اولین نمونہ یا ابتدائی صورت ہوتی ہے جس سے کچھ اور زبانوں نے ارتقا پایا ہو۔ گویا کئی زبانوں پر مشتمل زبانوں کے کسی خاندان کا قدیم ترین جدِ امجد پروٹو لینگویج ہوتا ہے [۲۲]۔ چونکہ اردو میں لفظ ''زبان'' کو ہم مونث کے طور پر استعمال کرتے ہیں تو یوں سمجھ لیجیے کہ یہ کئی زبانوں کی پرنانی ہوتی ہے۔ قبلِ تاریخ کے دور کی کئی زبانوں کے نام کے حصے کے طور پر ''پروٹو'' یا ''پروٹو لینگویج'' کی اصطلاح استعمال کی جاتی ہے، جیسے پروٹو انڈو یوروپین (proto-Indo-European) یا پروٹو جرمینک (proto-Germanic) [۲۳]۔

زبانوں میں ہونے والی تبدیلیوں کے مطالعے کا ایک شعبہ تقابلی لسانیات کہلاتا ہے کیونکہ زبانوں میں ہونے والی تبدیلیوں کے تاریخی مطالعے میں زبانوں کا تقابل بھی کیا جاتا ہے اور یہ دیکھا جاتا ہے کہ ایک ہی خاندان کی زبانوں میں کیا کیا مماثلتیں ہیں اور مختلف زبانوں کے ملتے جلتے الفاظ کا اشتقاق اور ان کی اصل کیا ہے

پروٹو لینگویج یا قبل ترین زبان دو طرح کی ہوتی ہے، مصدقہ(attested) اور غیر مصدقہ(unattested):

۱۔ مصدقہ قبل ترین زبان (attested proto-language)

مصدقہ قبل ترین زبان وہ ہوتی ہے جو کسی زمانے میں ایک حقیقی زبان کے طور پر موجود تھی اور جس سے دوسری زبانیں نکلی ہیں، جیسا کہ یورپ کی کئی زبانوں مثلاً فرانسیسی، ہسپانوی، اطالوی اور دیگر رومان (Roman) زبانوں کے بارے میں شواہد پہلے سے موجود تھے کہ یہ لاطینی زبان سے نکلی ہیں۔ گویا لاطینی زبان ان زبانوں کی پروٹو لینگویج ہے اور لاطینی مصدقہ ہے [۲۴] (یعنی اس کے وجود کا ثبوت موجود ہے)۔

۲۔ غیر مصدقہ قبل ترین زبان (unattested proto-language)

غیر مصدقہ قبل ترین زبان وہ ہوتی ہے جس کے بارے میں ماہرین نے داخلی شواہد کی بنیاد پر اندازہ لگایا ہو کہ یہ زبان کسی زمانے میں موجود رہی ہوگی اگرچہ اس کی پوری طرح سے تصدیق نہیں کی جاسکتی یعنی اس کے وجود کا یقینی ثبوت نہیں ہوتا۔ البتہ اس سے نکلی ہوئی زبانیں مصدقہ(attested) ہوتی ہیں [۲۵]۔

زبانوں کے خاندان

دنیا کی زبانوں کی تاریخ کے سائنسی مطالعے کا آغاز اٹھارھویں صدی عیسوی میں ہوا جب ماہرین نے مختلف زبانوں کے گروہوں کا باقاعدہ اور تفصیلی موازنہ کرنا شروع کیا تاکہ یہ دیکھا جاسکے کہ آیا ان میں کچھ مماثلتیں ہیں [۲۶]۔ انیسویں صدی میں تاریخی لسانیاتی مطالعات میں ایک اصطلاح ''مشترک جدِ امجد'' (common ancestor) کی استعمال ہونے لگی اور اس سے مراد تھی کسی زبان کی کوئی ایسی اصلی اور قدیم شکل یا ''پروٹو'' (proto) جس سے جدید زبانیں نکلی ہوں گی [۲۷]۔ ماہرین کا خیال تھا کہ اگر مختلف زبانوں میں پائی جانے والی مماثلتوں کو واضح طور پر پیش کیا جائے تو یہ اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ ان کا آپس میں کوئی رشتہ ہے یا دوسرے الفاظ میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ یہ زبانیں ایک ہی اصل اور بنیاد سے نکلی ہیں اور یہ اصل یا بنیاد کوئی قدیم زبان یا قبل ترین زبان یعنی پروٹو لینگویج (proto-language) ہوگی، چاہے وہ اصل اور بنیاد یعنی پروٹو لینگویج اب وجود رکھتی ہو یا تاریخ کے دھندلکے میں گم ہوچکی ہو اور اس کی بازیافت اور بازتخلیق یا تشکیلِ نو اب ناممکن ہو [۲۸]۔

لاطینی زبان کے بعض یورپی زبانوں (مثلاً فرانسیسی اور ہسپانوی وغیرہ) کے جدِ امجد یا پروٹو لینگویج ہونے کے نظریے کا اطلاق زبانوں کے بڑے گروہوں پر کیا گیا اور

انیسویں صدی کے آغاز میں ایسے قائل کرنے والے ثبوت مل گئے جن کی بنیاد پر یہ نظریہ قائم کیا جاسکے کہ کسی زمانے میں ایک ایسی زبان وجود رکھتی تھی جس سے ایشیا اور یورپ کی کئی زبانیں نکلی تھیں اگر چہ وہ اب معدوم ہو چکی ہے۔ اس پروٹو زبان کا نام قبل ترین ہند یورپی یا پروٹو انڈو یورپین (Proto-Indo-European) پڑ گیا۔ اسی اصول اور تکنیک کی بنیاد پر جلد ہی زبانوں کے دوسرے گروہوں کے مطالعے کا آغاز ہو گیا[۲۹]۔

زبانوں کے تاریخی رشتوں کی وضاحت کے لیے جو استعارہ استعمال کیا جاتا ہے وہ ''خاندان'' کا استعارہ ہے۔ اسے زبانوں کا شجرہ بھی کہتے ہیں[۳۰]۔ مثال کے طور پر لاطینی زبان کو کئی یورپی زبانوں کی ''ماں'' مانا جاتا ہے اور اس طرح فرانسیسی اور ہسپانوی اس کی ''بیٹیاں'' ہیں۔ گویا فرانسیسی اور ہسپانوی زبانیں آپس میں ''بہنیں'' کہلائیں گی[۳۱]۔

اسی تکنیک کو اختیار کرتے ہوئے زیادہ بڑے گروہ کا مطالعہ کیا جائے تو زبانوں کے ہند یورپی خاندان یا انڈو یورپین فیملی (Indo-European family) کے خاندانی شجرے میں ایک پروٹو انڈو یورپین زبان ہے جو اس خاندان کی ''اولین یا قدیم ترین بزرگ زبان'' ہے اور اس کی بیٹیاں لاطینی، یونانی اور سنسکرت ہیں۔ پھر ان زبانوں یعنی لاطینی یا سنسکرت وغیرہ سے نکلی ہوئی زبانیں ان زبانوں (لاطینی یا سنسکرت) کی بیٹیاں ہیں[۳۲]۔ بات کو سمجھنے کے لیے ہم یوں کہہ سکتے ہیں کہ پروٹو انڈو یورپین نانی ہے، لاطینی اور سنسکرت اس کی بیٹیاں ہیں اور ان سے نکلی ہوئی جدید زبانیں (مثلاً سنسکرت سے اُردو اور ہندی) پروٹو انڈو یوروپین کی نواسیاں ہیں۔ اسی مشترک خاندان اور اس کے خاندانی اثرات کی وجہ سے سنسکرت اور اطالوی زبان میں بعض الفاظ حیرت انگیز طور پر مشابہ ہیں اور کم و بیش اسی مفہوم میں مستعمل ہیں[۳۳]۔ مثال کے طور پر سنسکرت میں سانپ کو ''سرپ'' کہتے ہیں اور اطالوی میں serpe اور اسی طرح سنسکرت میں سات کے لیے ''سپتٔ'' کا لفظ ہے جبکہ اطالوی میں سات کے لیے sapta ہے۔[۳۴] اس طرح کی مشابہت اور زبانوں کے خاندانی رشتوں کا ذکر ولیم جیمز نے بھی کیا تھا[۳۵]۔

جب انگریزی زبان کی اصل اور جڑ کا سراغ لگایا گیا تو معلوم ہوا کہ اس کا تعلق انڈو یوروپین یا ہند یورپی زبانوں کی ایک شاخ سے ہے جسے قبل ترین المانی یا پروٹو جرمینک (Proto-Germanic) کہا جاتا ہے (المانی ترجمہ ہے Germanic کا)۔ لیکن پروٹو جرمینک پر کہانی کا اختتام نہیں ہوتا بلکہ دو سو سال کی تحقیق سے انکشاف ہوا کہ پروٹو جرمینک تو خود کسی زمانے میں ایک بولی یا ڈائیلکٹ (dialect) تھی اور یہاں سے تو کہانی کا آغاز ہوتا ہے[۳۶]۔ پروٹو جرمینک کی مختلف بولیاں ہزاروں سال کے ارتقا کے بعد مختلف یورپی زبانیں بن گئیں اور انگریزی بھی ان میں سے ایک ہے۔ پروٹو جرمینک کی دوسری زبانوں میں جرمن، سویڈش، نارویجین، ڈینش، یدش (Yiddish) (اس کا ایک تلفظ ''ایڈش'' بھی ہے) اور یورپ کی بعض دوسری زبانیں شامل ہیں[۳۷]۔

زبانوں کے خاندان کے ضمن میں اہم باتیں

زبانوں کے خاندان (family of languages) کے ضمن میں بعض اہم باتیں یاد رکھنی ضروری ہیں:

(۱) زبانوں کے بڑے خاندانوں کے شجرے کی شاخیں ہوتی ہیں اور ان شاخوں میں کئی زبانیں یا ذیلی خاندان بھی ہوتے ہیں[۳۸]۔

(۲) اسی طرح یہ بات بھی اہم ہے کہ ''جدامجد'' یا ''اماں'' یا ''بیٹی'' یہاں محض استعارے ہیں اور ان کو لفظی معنوں میں استعمال کرنا یا یہ سمجھنا کہ زبانیں بھی انسانوں کی طرح اچانک پیدا ہو جاتی ہیں درست نہ ہوگا۔ نیز یہ کہ انسانوں کے برعکس ''اماں زبان'' عام طور پر ''بیٹی زبان'' کی ''پیدائش'' کے بعد زندہ نہیں رہتی[۳۹]۔

(۳) اسی طرح یہ سمجھنا بھی درست نہ ہوگا کہ جب زبانوں کے خاندان کی شاخیں ارتقا پاتی ہیں تو ایک دوسرے سے بالکل بے نیاز ہو کر آزادانہ نشوونما پاتی ہیں اور ان کا آپس میں کوئی میل ملاپ نہیں رہتا[۴۰]۔ یہ بھی ہوتا ہے کہ زبانیں ایک نقطے سے منتشر ہو کر مختلف سمتوں میں جاتی ہیں اور یہ پھر کسی نقطے پر آ کر مرتکز بھی ہو جاتی ہیں[۴۱]۔

(۴) زبانوں کے ارتقا کے مراحل اتنے سادہ اور واضح نہیں ہوتے جتنے بظاہر نظر آتے ہیں، جیسے کسی زبان کا شجرہ دیکھ کر ذہن میں خیال ابھرتا ہے کہ فلاں زبان سے فلاں زبان بن گئی اور پھر اس سے فلاں زبان نکلی اور اس سارے عمل میں تمام مراحل یکساں طور پر اور آسانی سے طے ہو گئے۔ ایسا نہیں ہوتا۔ دراصل زبان میں ہونے والے تغیرات اور تبدیلیاں مختلف نوع کی ہوتی ہیں، مثلاً صرفی، نحوی، صوتیاتی اور لغوی تبدیلیاں نیز مختلف علاقوں اور طبقات کے لوگ ان تبدیلیوں میں مختلف کردار ادا کرتے ہیں[۴۲]۔ ان تبدیلیوں میں سے بعض کا مطالعہ سماجی لسانیات، لسانی تغیر اور صوتی تبدیلیوں کے ذیل میں ملاحظہ کیا جاسکتا ہے۔ صرفی، نحوی، صوتی اور معنوی و لغوی تبدیلیوں کو تاریخی لسانیات کے تناظر میں کس طرح دیکھا جاتا ہے، یہ ایک الگ اور طویل بحث ہے[۴۳]۔

(۵) اگرچہ ''خاندان'' (family) کی اصطلاح اب بھی لسانیات میں مستعمل ہے لیکن یہ اس صورت میں استعمال ہوتی ہے جب زبانوں کے درمیان رشتے کا واضح لسانی ثبوت موجود ہو لیکن اگر یہ رشتہ قریبی نہ ہو یا اس کا ہونا زیادہ یقینی نہ ہو تو خاندان کی بجائے ''فائلم'' (phylum) کی اصطلاح استعمال کی جاتی ہے[۴۴]۔ فائلم کے لیے اردو میں کوئی لفظ متفقہ طور پر مستعمل نہیں ہے، اسے ''نژاد'' یا ''قبیلہ'' کہا جاسکتا ہے۔ مثال کے طور پر آسٹریلیا کے قدیمی باشندوں کی مقامی یا دیسی زبانیں جنھیں انگریزی میں ''ایب اوریجنل'' (aboriginal) کہا جاتا ہے، زیر بحث آتی ہیں تو ماہرین اس گروہ کو خاندان (family) کہنے کی بجائے اسے فائلم (phylum) یعنی قبیلہ یا ''میکرو فائلم'' (macro-phylum) یعنی بڑا قبیلہ کہتے ہیں[۴۵]۔

تقابلی طریقہ

زبانوں کے باہمی تاریخی رشتے کو ثابت کرنے کے لیے تاریخی لسانیات میں تقابلی طریقہ (comparative method) استعمال ہوتا ہے۔ اس کے لیے ماہرین زبانوں کے درمیان پائے جانے والے فرق کی مختلف صورتوں اور مماثلتوں کی نشان دہی کر کے ان زبانوں کے ابتدائی مرحلوں سے متعلق نتائج اخذ کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اس عمل سے اس اصلی یا قدیم زبان (پروٹو لینگوئج) کو ''دوبارہ تخلیق'' (recreate) کیا جاسکتا ہے جس سے یہ سب زبانیں نکلی ہوں گی[۴۶]۔ اس عمل کو داخلی بازتخلیق یا داخلی بازتشکیل (internal reconstruction) کہا جاتا ہے اور اس کے لیے ان زبانوں کے تاریخی شواہد استعمال کیے جاتے ہیں[۴۷]۔ اس طریقے میں اس ممکنہ تاریخی پروٹو لینگوئج سے نکلنے والی حقیقی زبانوں کی شکلوں پر غور کیا جاتا ہے[۴۸]۔ اس تاریخی تقابلی طریقے کے دو پہلو ہیں: ایک تو یہ کہ تاریخی لسانی شواہد کی بنیاد پر ان دو یا دو سے زیادہ زبانوں کے الفاظ یا الفاظ کے اجزا

کا موازنہ کیا جاتا ہے جن کے درمیان تاریخی خاندانی رشتے پائے جانے کا امکان ہوتا ہے۔ یہ گویا کسی زبان کی تاریخ کا سراغ لگانے کے عمل کا حصہ ہے[۴۹]۔ داخلی بازتشکیل یا داخلی باز تخلیق کے اس عمل کا دوسرا پہلو یہ ہے کہ اس سے صرف زبانوں کے باہمی رشتے ہی کا اندازہ نہیں ہوتا بلکہ یہ علم بھی ہوسکتا ہے کہ ان زبانوں کی قدیم شکل و صورت کیا تھی[۴۹]۔ تاریخی لسانیات کے اس عملِ داخلی بازتشکیل کی اہمیت یوں بھی ہے کہ اس کے نتائج واثرات دوررس اور لسانیات کے علاوہ دوسرے شعبوں میں بھی ہوسکتے ہیں کیونکہ ان تاریخی لسانی روابط سے ان زبانوں کے بولنے والوں کی قدیم تاریخ، قدیم سماج اوران کے قدیم ثقافتی حالات کا بھی علم ہوتا ہے[۵۰]۔

کثیر زمانی اور یک زمانی مطالعہ

جدید لسانیات کے بانی فرڈیننڈ ڈی سوسیئر (Ferdinand de Saussure) نے تاریخی اور غیر تاریخی لسانیات میں واضح طور پر امتیاز کیا اور کہا کہ تاریخی لسانیات زبان کو ایک مسلسل تبدیل ہوتے ہوئے ذریعے (medium) کے طور پر دیکھتی ہے جبکہ غیر تاریخی لسانیات زبان کو ایک خاص وقت اور خاص حالت میں دیکھتی ہے[۵۱]۔ تاریخی لسانیات کا مطالعہ وہ راستہ ہے جس سے کوئی زبان گزر کر آئی ہے کیونکہ تاریخی لسانیات زبان کی حالت مختلف زمانوں میں دیکھتی ہے۔ زبانوں میں وقت کے ساتھ ہونے والی تبدیلیوں کا مطالعہ تاریخی لسانیات کا کام ہے۔ چونکہ اس مطالعے کا تعلق مختلف زمانوں سے ہوتا ہے لہٰذا اسے عصریاتی یا کثیر زمانی (diachronic) مطالعہ کہتے ہیں[۵۲]۔ اگر زبان کا مطالعہ کسی ایک زمانے یا کسی ایک مخصوص دور، بالخصوص زمانہ حال، میں کیا جائے تو اسے عصری یا یک زمانی (synchronic) مطالعہ کہتے ہیں[۵۳]۔

عصریاتی یا کثیر زمانی مطالعے میں کسی زبان کی تاریخ کے مختلف ادوار کے نمونے تجزیے کے لیے درکار ہوتے ہیں جبکہ عصری یا یک زمانی مطالعے میں صرف کسی ایک دور یا دورِ حاضر کی زبان کے نمونے لیے جاتے ہیں[۵۴]۔ یک زمانی مطالعے میں اس زبان کی تاریخ کو مدنظر نہیں رکھا جاتا۔ دراصل یک زمانی مطالعے کا آغاز ٹیپ ریکارڈر کی ایجاد کے بعد ہوا جب آوازوں کو محفوظ کرنا ممکن ہوگیا اور ولیم لیبو و (William Labov) نے اس طریقِ کار کا آغاز کیا[۵۵]۔

لیکن یک زمانی مطالعہ تاریخی لسانیات کے ذیل میں نہیں ہے بلکہ یہ توضیحی یا تشریحی لسانیات (descriptive linguistics) کا حصہ ہے جبکہ عصریاتی یا کثیر زمانی مطالعہ اگر کسی ایک زبان میں عہد بہ عہد ہونے والی تبدیلیوں کا ہو تو اسے تاریخی لسانیات کہتے ہیں اور اگر اس مطالعے کے دوران اس زبان کا موازنہ و مطالعہ اس زبان سے نسلی تعلق رکھنے والی دوسری زبانوں سے کیا جائے تو یہ تقابلی لسانیات (comparative linguistics) کے دائرے میں داخل ہو جاتا ہے[۵۶]۔ اسی لیے بعض اوقات تاریخی لسانیات کو کثیر زمانی لسانیات (diachronic linguistics) بھی کہا جاتا ہے[۵۷]۔

سوسیئر کا خیال تھا کہ زبان کے کثیر زمانی مطالعے سے قبل یک زمانی مطالعہ لازماً کرنا چاہیے کیونکہ یہ کہنے سے قبل کہ فلاں زبان 'حالت الف' سے 'حالت ب' تک پہنچی ہے ہمیں یہ جاننا چاہیے کہ 'حالت الف' اور 'حالت ب' ہیں کیا، جبکہ یک زمانی مطالعہ تاریخی مطالعے کے بغیر بھی ہوسکتا ہے[۵۸]۔

دوسرے لفظوں میں سوسیئر کا کہنا ہے کہ تاریخی لسانیات سے قبل ہمیں تشریحی یا توضیحی لسانیات (جسے انگریزی میں descriptive linguistics کہا جاتا ہے) کا مطالعہ کرنا چاہیے۔ اس ضمن میں سوسیئر شطرنج کی ایک بازی کی مثال دیتا ہے کہ اگر کسی کمرے میں شطرنج کی بازی کھیلی جارہی ہو اور آپ اس کمرے میں داخل ہوں تو بساط کو دیکھ کر آپ کھیل کی صورت حال کا اندازہ لگالیں گے[۵۹]۔ اس سے سوسیئر کی مراد یہ ہے کہ آپ کو بازی کی موجودہ صورت حال سمجھنے کے لیے یہ جاننا ضروری نہیں ہے کہ فریقین نے مختلف مراحل پر کون سی مختلف چالیں چلی تھیں اور بازی کن مراحل سے گزر کر موجودہ حالت تک پہنچی ہے[۶۰]۔ لیکن اگر آپ ماضی کی چالوں سے موازنہ کرنا چاہیں تو یہ اُس وقت ہوسکے گا جب آپ ماضی کی صورت حال اور موجودہ صورت حال دونوں کو سمجھیں۔ اس مثال کا اطلاق زبان پر کیا جائے تو گویا ہمیں پہلے یہ سمجھنا چاہیے کہ کسی زبان کی صرفی، نحوی، لغوی اور صوتیاتی خصوصیات موجودہ زمانے میں کیا ہیں اور پھر اس کے ماضی سے اس کا تقابل کیا جاسکتا ہے، یعنی تاریخی لسانیات یا کثیر زمانی لسانیات کو سمجھنے کے لیے تشریحی لسانیات پہلے پڑھنا ضروری ہے۔ لیکن موجودہ صورت حال جاننے کے لیے یا دوسرے لفظوں میں تشریحی لسانیات کو سمجھنے کے لیے ماضی میں جانے کی ضرورت نہیں ہے۔

اردو میں لسانیات کی تدریس: ایک بنیادی غلطی

ہمارے ہاں ایک عام خیال یہ ہے کہ تاریخی لسانیات سے چونکہ زبان کی تاریخ کا علم ہوتا ہے لہٰذا پہلے تاریخی لسانیات پڑھی جائے اور ہماری جامعات میں بالعموم پہلے تاریخی لسانیات پڑھائی جاتی ہے۔ یعنی جس معصوم طالب علم کو یہی نہیں معلوم کہ ڈائیلکٹ کیا ہوتا ہے، زبانوں کا خاندان کیا ہوتا ہے، پروٹولینگو یج کس کو کہتے ہیں، پروٹولینگو یج سے زبانیں نکلتی ہیں یا نہیں اور اردو کی پروٹولینگو یج کیا ہوسکتی ہے، اسے پہلے ہی دن سے یہ پڑھایا جاتا ہے کہ اردو پنجابی سے نکلی یا نہیں نکلی اور اردو کا خاندان چونکہ آریائی ہے اور دکن کے دراوڑی خاندانِ السنہ سے الگ ہے اس لیے وہ دکن میں پیدا ہوسکتی تھی یا نہیں، کھڑی بولی اور برج بھاشا کیا ہیں اور ان کی صوتیاتی اور مارفیمیاتی خصوصیات کیا ہیں، اردو کھڑی بولی سے نکلی یا نہیں، وغیرہ۔ گویا جس بے چارے کو لسانیات کی اُن بنیادی اصطلاحات کا بھی علم نہیں ہے جو تشریحی لسانیات (یعنی مارفیمیات، صوتیات، معنویات اور فونیمیات وغیرہ) میں استعمال ہوتی ہیں اسے آپ تاریخی لسانیات پڑھانا شروع کردیتے ہیں۔ دوسرے الفاظ میں جس کو یک زمانی مطالعے کا کوئی علم نہیں ہے اس کی لسانیات کی تعلیم کا آغاز ہمارے ہاں کثیر زمانی مطالعے سے کیا جاتا ہے۔ یہ ایسی ہی بات ہے جیسے کسی کو الجبرا کے پیچیدہ مسائل پہلے بتائے جائیں پھر اسے بنیادی حساب پڑھایا جائے۔

راقم کے خیال میں اردو میں لسانیات کے غیر مقبول ہونے کی ایک وجہ شاید یہ بھی ہے کہ اردو زبان کے آغاز وارتقا کے مباحث جو تاریخی اور تقابلی لسانیات سے متعلق ہیں اور جس میں تشریحی لسانیات کی بھی اصطلاحات آتی ہیں ان سے لسانیات کی تدریس کا آغاز ہوتا ہے اور طالب علم بے چارہ غالب کے اس مصرعے کی تصویر بن جاتا ہے کہ:

ہر اک سے پوچھتا ہوں کہ جاؤں کدھر کو میں

اور کچھ عرصے تک ٹامک ٹوئیاں مارنے کے بعد غالب ہی کے الفاظ میں کہتا پایا جاتا ہے کہ:

چلتا ہوں تھوڑی دور ہر اک تیز رو کے ساتھ
پہچانتا نہیں ہوں ابھی راہ بر کو میں

اور آخر کار لسانیات کو داغِ مفارقت دے جاتا ہے یا مارے باندھے، بغیر سمجھے پڑھ لیتا ہے کہ ڈگری بھی تو لینی ہے۔

حواشی:

1. Lingusitics: A Very Short Introduction ، (کراچی: اوکسفرڈ یونی ورسٹی پریس، ۲۰۰۵ء)، ص ۱۴۵ [پاکستانی ایڈیشن]۔
۲۔ ایضاً۔

۳۔ ایضاً۔
۴۔ اردو کے لشکری زبان ہونے کے غلط نظریے کے خلاف جو دلائل مختلف ماہرین نے دیے ہیں ان کی تفصیلات کے لیے دیکھیے: رؤف پاریکھ، اردو لشکری زبان ہرگز نہیں ہے، مشمولہ لسانیاتی مباحث (کراچی: فضلی سنز، ۲۰۱۹ء) [اشاعتِ ثانی]، ص۲۶۔۹
۵۔ پی ایچ میتھیوز، Linguistics: A Very Short Introduction، محولۂ بالا، ص۴۵۔
۶۔ ایضاً۔
۷۔ ایضاً، ص۴۶۔
۸۔ ایضاً۔
۹۔ ایضاً۔
۱۰۔ ایضاً۔
۱۱۔ وکٹوریا فرامکن ودیگر، (Victoria Fromkin Et al) An Introduction to Language، (میلبرن: تھامسن، ۲۰۰۵ء) [پانچواں ایڈیشن]، ص۴۵۸۔
۱۲۔ ایضاً، ص۴۷۶۔
۱۳۔ ایضاً۔
۱۴۔ لائل کیمبل (Lyle Campbell) Historical Linguistics: An Introduction (کیمبرج (میساچوسٹس): ایم آئی ٹی پریس، ۲۰۰۴ء) [دوسرا ایڈیشن]، ص۲۔
۱۵۔ ایضاً۔
۱۶۔ ایضاً۔
۱۷۔ ایضاً، ص۲۔۱
۱۸۔ ایضاً۔
۱۹۔ ایضاً، ص۶۔۲
۲۰۔ مثلاً: فرہنگِ اصطلاحات لسانیات (اردو۔انگریزی)، (دہلی: ترقی اردو بیورو، ۱۹۸۷ء)۔
۲۱۔ مثلاً: الٰہی بخش اختر اعوان، کشاف اصطلاحاتِ لسانیات (اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، ۱۹۹۵ء)
۲۲۔ پروٹو لینگویج اور اس کے بارے میں وضاحت و تفصیل مختلف کتابوں سے ماخوذ ہے، مثلاً: ڈیوڈ کرسٹل (David Crystal) The Penguin Dictionary of Language، (لندن: پینگوِن بکس، ۱۹۹۴ء)؛ پی ایچ میتھیوز (P.H.Mathews) Oxford Concise Dictionary of Linguistics (نیویارک: اوکسفرڈ یونی ورسٹی پریس، ۱۹۹۷ء)۔
۲۳۔ پروٹو جرمینک کے بارے، میں تفصیلات کے لیے دیکھیے: ایڈورڈ فنیگن (Edward Finegan)، Language: Its Structure and Use، (اورلینڈو: ہارکورٹ برس، ۱۹۹۹ء) [تیسرا ایڈیشن]، ص۴۷۶۔۴۷۲
۲۴۔ ڈیوڈ کرسٹل (David Crystal)، Cambridge Encyclopedia of Language، (کیمبرج: کیمبرج یونی ورسٹی پریس، ۱۹۹۵ء) [اشاعتِ نو] ص۲۹۲۔
۲۵۔ پی ایچ میتھیوز (P.H.Mathews)، Oxford Concise Dictionary of Linguistics، محولۂ بالا، ص۳۰۲۔۳۰۱
۲۶۔ ڈیوڈ کرسٹل (David Crystal)، Cambridge Encyclopedia of Language، محولۂ بالا، ص۲۹۲۔
۲۷۔ جارج یول (George Yule)، The Study of Language، (کیمبرج: کیمبرج یونی ورسٹی پریس، ۱۹۹۳ء) [اشاعتِ نو]، ص۱۶۹۔
۲۸۔ یہاں اس خیال کو اجمالاً پیش کیا گیا ہے لیکن اس کا تفصیلی ذکر کئی کتابوں میں موجود ہے، مثلاً: ڈونلڈ رنج ودیگر (Donald Ringe, Et al) From Proto-Indo-European to Proto-Germanic (اوکسفرڈ: اوکسفرڈ یونی ورسٹی پریس، ۲۰۰۶ء)، بالخصوص دوسرا باب؛ نیز ڈیوڈ کرسٹل (David Crystal)، Cambridge Encyclopedia of Language، محولۂ بالا، ص۲۹۲۔
۲۹۔ اس کی تفصیل کئی کتابوں میں مل سکتی ہے، مثلاً انڈیورپین کی باز تخلیق یا باز تشکیل کے ایک مختصر جائزے کے لیے دیکھیے: ایڈرین اکماجین (Adrian Akmajian)، Lingusitics: An Introduction to Language and Communication، (کیمبرج (میساچوسٹس): ایم آئی ٹی پریس، ۲۰۱۰ء)، ص۳۲۸۔۳۱۵
۳۰۔ ڈیوڈ کرسٹل (David Crystal)، Cambridge Encyclopedia of Language، محولۂ بالا، ص۲۹۲۔
۳۱۔ ایضاً
۳۲۔ ایضاً۔
۳۳۔ ڈونلڈ جی ایلس (Donald G. Ellis)، From Language to Communication (نیویارک: روٹلج، ۱۹۹۹ء)، ص۸ [اشاعتِ ثانی]؛ نیز ماریو پی (Mario Pei)، The Story of Language (نیویارک: نیو امریکن لائبریری، ۱۹۶۶ء)، حصۂ چہارم۔
۳۴۔ ڈونلڈ جی ایلس (Donald G. Ellis)، From Language to Communication، محولۂ بالا، ص۸۔
۳۵۔ ایضاً۔
۳۶۔ آر ایل ٹراسک (R.L.Trask)، Language: The Basics (لندن: روٹلج، ۲۰۰۴ء) [دوسرا ایڈیشن]، ص۱۱۳۔۱۰۸
۳۷۔ ڈیوڈ کرسٹل (David Crystal)، Cambridge Encyclopedia of Language، محولۂ بالا، ص۲۹۲۔
۳۸۔ ایضاً۔
۳۹۔ ایضاً۔
۴۰۔ ایضاً۔
۴۱۔ ایضاً۔
۴۲۔ ایضاً۔
۴۳۔ ہینس ہنرک ہاک (Hans Henrich Hock) نے اپنی ضخیم کتاب Principles of Historical Linguistics میں اس پر تفصیل سے روشنی ڈالی ہے (برلن: موتون دی گروئٹر، ۱۹۹۱ء) [دوسرا ایڈیشن]
۴۴۔ ڈیوڈ کرسٹل (David Crystal)، Cambridge Encyclopedia of Language، محولۂ بالا، ص۲۹۲۔
۴۵۔ ایضاً۔
۴۶۔ ایضاً۔
۴۷۔ انتھونی فوکس (Anthony Fox)، Linguistic Reconstruction: An Introduction to Theory and Method (اوکسفرڈ: اوکسفرڈ یونی ورسٹی پریس، ۱۹۹۵ء)، ص۷۔۱
۴۸۔ ایضاً۔
۴۹۔ ایضاً۔
۵۰۔ ایضاً۔
۵۱۔ اینڈریو ریڈفورڈ ودیگر (Andrew Redford Et al)، Linguitics: Introduction (کیمبرج: کیمبرج یونی ورسٹی پریس، ۲۰۰۹ء) [دوسرا ایڈیشن]، ص۱۵؛ نیز گیان چند جین، عام لسانیات، (دہلی: ترقی اردو بیورو، ۱۹۸۵ء)، ص۲۱۔
۵۲۔ اینڈریو ریڈفورڈ، Linguitics: Introduction، محولۂ بالا، ص۱۶۔
۵۳۔ ایضاً۔
۵۴۔ اینڈریو ریڈفورڈ، Linguitics: Introduction، محولۂ بالا، ص۱۶۔
۵۵۔ ایضاً۔
۵۶۔ گیان چند جین، عام لسانیات، محولۂ بالا، ص۲۲۔
۵۷۔ مثلاً ونفرڈ پی لیہمن (Winfred P. Lehman) نے تاریخی لسانیات پر اپنے ایک مقالے کا عنوان ہی Introduction: Diachronic Linguistics رکھا ہے، مشمولہ Perspectives on Historical Linguistics (مرتبہ ونفرڈ پی لیہمن) (ایمسٹرڈیم: جان بنجمنز پبلشنگ کمپنی، ۱۹۸۲ء)، ص۱۶۔۱
۵۸۔ بحوالہ ڈیوڈ کرسٹل (David Crystal)، Cambridge Encyclopedia of Language، محولۂ بالا، ص۴۰۷۔
۵۹۔ ایضاً۔
۶۰۔ ایضاً۔

ماخذ:

۱۔ اعوان، الٰہی بخش اختر، کشاف اصطلاحاتِ لسانیات، اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، ۱۹۹۵ء۔
۲۔ اکماجین، ایڈرین (Akmajian, Adrian)، Lingusitics: An Introduction to Language and Communication، کیمبرج (میساچوسٹس): ایم آئی ٹی پریس، ۲۰۱۰ء۔
۳۔ ایلس، ڈونلڈ جی (Ellis, Donald G.)، From Language to Communication، (نیویارک: روٹلج، ۱۹۹۹ء) [اشاعتِ ثانی]
۴۔ پاریکھ، رؤف، لسانیاتی مباحث، کراچی: فضلی سنز، ۲۰۱۹ء [اشاعتِ ثانی]
۵۔ پی، ماریو (Pei, Mario)، The Story of Language (نیویارک: نیو امریکن لائبریری، ۱۹۶۶ء)۔
۶۔ ٹراسک، آر ایل (Trask, R.L.)، Language: The Basics، لندن: روٹلج، ۲۰۰۴ء [دوسرا ایڈیشن]
۷۔ جین، گیان چند، عام لسانیات، دہلی: ترقی اردو بیورو، ۱۹۸۵ء۔
۸۔ خان، مسعود حسین (صدرِ مجلس)، فرہنگِ اصطلاحات لسانیات

(اردو۔انگریزی)، دہلی: ترقی اردو بیورو، ۱۹۸۷ء۔
۹۔ رنج، ڈونلڈ و دیگر (Donald Ringe, Et al)، From Proto-Indo-European to Proto-Germanic ۔اوکسفرڈ: اوکسفرڈ یونی ورسٹی پریس، ۲۰۰۶ء)
۱۰۔ ریڈفورڈ، اینڈریو ریڈو دیگر (Redford, Andrew Et al)، Linguitics: Introduction، کیمبرج: کیمبرج یونی ورسٹی پریس، ۲۰۰۹ء [دوسرا ایڈیشن]،
۱۱۔ فرامکن، وکٹوریا و دیگر، (Fromkin, Victoria Et al)، An Introduction to Language میلبرن: تھامسن، ۲۰۰۵ء [پانچواں ایڈیشن]
۱۲۔ فنیگن، ایڈورڈ (Finegan, Edward)، Language: Its Structure and Use ، اورلینڈو: ہارکورٹ برس، ۱۹۹۹ء [تیسرا ایڈیشن].
۱۳۔ فوکس، انتھونی فوکس (Fox, Anthony)، Linguistic Reconstruction: An Introduction to Theory and Method، اوکسفرڈ: اوکسفرڈ یونی ورسٹی پریس، ۱۹۹۵ء۔
۱۴۔ کرسٹل، ڈیوڈ (Crystal, David)، Cambridge Encyclopedia of Language، کیمبرج: کیمبرج یونی ورسٹی پریس، ۱۹۹۵ء [اشاعتِ نو]
۱۵۔ کرسٹل، ڈیوڈ (Crystal, David)، The Penguin Dictionary of Language، لندن: پینگوِن بکس، ۱۹۹۴ء
۱۶۔ کیمبل، لائل (Campbell, Lyle)، Historical Lingusitics: An Introduction، کیمبرج (میساچوسٹس): ایم آئی ٹی پریس، ۲۰۰۴ء [دوسرا ایڈیشن]۔
۱۷۔ لیہمن، ونفرڈ پی (Lehman, Winfred P.)، Linguistics Introduction: Diachronic مشمولہ Perspectives on Historical Linguistics (مرتبہ ونفرڈ پی لیہمن)، ایمسٹرڈیم: جان بنجمنز پبلشنگ کمپنی، ۱۹۸۲ء۔
۱۸۔ میتھیوز، پی۔ایچ (Matthews, P.H.)، Lingusitics: A Very Short Introduction، (کراچی: اوکسفرڈ یونی ورسٹی پریس، ۲۰۰۵ء)، [پاکستانی ایڈیشن]۔
۱۹۔ میتھیوز، پی۔ایچ (Matthews, P.H.)، Oxford Concise Dictionary of Linguistics، نیویارک: اوکسفرڈ یونی ورسٹی پریس، ۱۹۹۷ء۔
۲۰۔ ہاک، ہینس ہنرک (Hock, Hans Henrich)، Principles of Historical Linguistics، برلن: موتون دی گروتر، ۱۹۹۱ء [دوسرا ایڈیشن]
۲۱۔ یول، جارج (Yule, George)، The Study of Language، کیمبرج: کیمبرج یونی ورسٹی پریس، ۱۹۹۳ء [اشاعتِ نو]۔

☆☆☆

محبوب خان بگٹی
ڈپٹی ڈائریکٹر، شعبۂ اطلاعیات
(ادارۂ فروغِ قومی زبان)

ادارۂ فروغِ قومی زبان

آن لائن لغات، کتب اور جرائد

یہ دورِ اطلاعیات یا انفارمیشن ٹیکنالوجی کا ہے اور زبانوں کی بقا کے لیے یہ امر انتہائی اہم ہے کہ ہم اپنی زبانوں کو آئی ٹی سے ہم آہنگ کرنے کے لیے بروقت کوشش کریں۔ کہا جاتا رہا ہے کہ آنے والے وقتوں میں صرف وہی زبانیں زندہ رہیں گی جو آئی ٹی پر موجود ہوں گی۔ ادارۂ فروغِ قومی زبان کا یہ بنیادی وظیفہ ہے کہ قومی زبان کی ترقی و ترویج کے لیے کام کرے، جس میں جدید دور کی اطلاعات کی تکنیک یعنی ''انفارمیشن ٹیکنالوجی'' کے استعمال کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔

ادارۂ فروغِ قومی زبان میں اردو اطلاعیات کا آغاز ۱۹۹۹ء میں کیا گیا تھا۔ جس میں اردو کمپیوٹر کے لیے ضابطہ تختی یعنی کوڈ پلیٹ اور کلیدی تختہ یعنی کی بورڈ کی معیار بندی کی گئی۔ یونی کوڈ کنسورشیم (زبانوں کے کمپیوٹر اور انٹرنیٹ کے لیے معیار بندی کے بین الاقوامی ادارے) کی رکنیت حاصل کی گئی جس میں نہ صرف اردو بلکہ دیگر پاکستانی زبانوں کی شمولیت کو بھی یقینی بنایا گیا۔ مائیکروسافٹ کے ساتھ اشتراک عمل کرتے ہوئے ''ونڈوز ایکس پی'' اور ''آفس'' کو اردو میں بدل دیا گیا۔ اطلاعیات کے کاموں میں بہتری کے لیے ایک ترقیاتی منصوبہ بنام مرکز فضیلت برائے اردو اطلاعیات ۲۰۰۴ء سے ۲۰۱۰ء تک مقتدرہ میں کام کرتا رہا۔ جبکہ فروری ۲۰۱۱ء سے مستقل بنیادوں پر اطلاعیات کا شعبہ کام کر رہا ہے۔

ادارۂ فروغِ قومی زبان کے پاس اپنی مطبوعات کی صورت میں ایک اہم لسانی اور علمی مواد موجود ہے۔ یہ لسانی مواد ادارے کے قیام اکتوبر ۱۹۷۹ء سے لے کر اب تک کی کوششوں اور کاوشوں کا ثمر ہے۔ جدید دور کے تقاضوں کے مطابق علم اب قلم و کاغذ کے ساتھ ساتھ کمپیوٹر اور کی بورڈ پر بھی آ گیا ہے اور انٹرنیٹ کی وجہ سے فاصلے صرف ایک ''کلک''، یعنی بٹن دبانے کی دوری پر ہیں۔ شعبہ اطلاعیات نے ادارہ فروغ قومی زبان کے لسانی مواد کو ادارے کی ویب سائٹ پر آن لائن کرنے کا کام جون ۲۰۱۱ء میں ماہنامہ اخبار اردو کے جون کے شمارے کو آن لائن کرنے سے شروع کیا۔ ادارے کا ماہنامہ اخبارِ اُردو اور شش ماہی علم و فن چھپنے کے بعد ادارے کی ویب سائٹ پر آن لائن فراہم کیے جاتے ہیں۔ ادارے کے جرائد کو آن لائن کرنے کے اس سفر میں بعد ازاں لغات و فرہنگوں کے علاوہ ادارے کی مطبوعات اور خصوصاً دفتری اُردو سے متعلق اٹھائیس (۲۸) کتابیں بھی آن لائن کی گئیں۔ ذیل میں ادارے کی ویب سائٹ پر موجود لغات، کتب اور جرائد کی تفصیل دی جا رہی ہے۔

قومی انگریزی اردو لغت، قانونی انگریزی اردو لغت، فرانسیسی اردو لغت از عامر ظہیر، دفتری ترجمتی لغت از جمشید عالم، فرہنگ تلفظ از شان الحق حقی، اردو افسانہ ایک صدی کا قصہ از ڈاکٹر انوار احمد، مشاہیرِ اُردو سلسلہ: حفیظ جالندھری از جمیل یوسف، مطالۂ فیض کے مآخذات از ڈاکٹر طاہر تونسوی، فیض احمد فیض (فیض صدی: منتخب مضامین) از پروفیسر یوسف حسن اور ڈاکٹر روش ندیم، حافظ محمود شیرانی از ڈاکٹر محمد اشرف کمال، مولانا صلاح الدین احمد از ڈاکٹر طارق ہاشمی، میر انیس از ڈاکٹر نیر مسعود، ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں از ڈاکٹر زینت افشاں، میر تقی میر (میر شناسی: منتخب مضامین) از ڈاکٹر تحسین فراقی اور ڈاکٹر عزیز ابن الحسن، مشاہیر اُردو سلسلہ: میراجی صدی (منتخب مضامین) از ڈاکٹر رشید امجد اور ڈاکٹر عابد سیال، مشاہیر اُردو سلسلہ: سعادت حسین منٹو (منٹو صدی: منتخب مضامین) از مبین مرزا اور ڈاکٹر رؤف پاریکھ، کلام جوانسال (منتخب ترجمہ از پروفیسر عزیز بگٹی)، روشنی کے سفیر (پاکستان کے مثالی اساتذہ) از ڈاکٹر راشد حمید، ڈاکٹر صفدر رشید، اُردو اطلاعیات (جلد اول، جلد دوم) از ڈاکٹر عطش درانی، کشاف تنقیدی اصطلاحات از ابو الاعجاز حفیظ صدیقی، تحقیق کا فن از ڈاکٹر گیان چند، دفتری ترکیبات، محاورات اور فقرات کی لغت، مجیب الرحمٰن مفتی، سرکاری خط و کتابت: سرکاری مراسلت، جلد اوّل، ڈاکٹر محمد صدیق خان شبلی، سرکاری خط و کتابت: نیم سرکاری مراسلات، جلد دوم، ربیعہ فخری، محمد اظہار الحق، ڈاکٹر محمد صدیق خان شبلی، سرکاری خط و کتابت: دفتری حکم نامے، جلد سوم، مسعود احمد چیمہ، ڈاکٹر محمد صدیق خان شبلی، سرکاری خط و کتابت: یادداشتیں، جلد چہارم، نیاز عرفان، ڈاکٹر محمد صدیق خان شبلی، سرکاری خط و کتابت: غیر رسمی کیفیات، جلد پنجم، محمد اظہار الحق، ڈاکٹر محمد صدیق خان شبلی، سرکاری خط و کتابت: اعلانات، قراردادیں، اخباری اعلامیے، جلد ششم، مسعود احمد چیمہ، ڈاکٹر محمد صدیق خان شبلی، سرکاری خط و کتابت: گشتی مراسلات اور تظہیریں، جلد